Al-Qawārīr - Vol: 03, Issue: 01,
Oct – Dec 2021

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

پاکستانی لیگل سسٹم کے تناظر میں بیوہ اور مطلقہ کے حقوق کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Widows and Divorced Women Rights in the Light of Pakistani Legal System

Dr. Zia-Ud-Din*
Lecturer, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Swat.
Aziz Ahmad**
Lecturer, Department of Islamic studies, University of Malakand.
Dr.Asad Ullah**
Assistant professor Department of Quraan wa Sunnah, Federal Urdu University of Arts, Science and Technology, Karachi.

Version of Record
Received: 12-10-21 **Accepted**: 01-12-21
Online/Print: 25-Dec-2021

ABSTRACT

History of Islam offers the Muslim women the best and most beautiful model in front of us. Today, as the times are changing, Western civilization and civilization are embedded in our homes; Misleading and media admirers are considering women as their idols. We are in dire need of reading our dissenting services. In all walks of Islam, women have been discriminated against in various positions, and have performed many great achievements. Marriage ceremonies Raaja Anshan and Akbar Companions Raaja Anahan's lives are the perfect model for us. Their religious, moral, and social achievements are not only a source of salvation in both the world and the hereafter, but safe from all the social dangers of the present age. There are also guarantees to keep. For women and girls of the contemporary age, the authentic and effective events of Akbar's companions and other eminent Muslim brave women are a torch-path by which, contemporary women and girls, to their moral, social and community events. Can make a model for themselves.

The history of Islam is filled with the high and high expectations of women, the highest and most prominent of the spouses. These events prove how high women

are in Islamic society, and how many great things they have done in the realm of Islam.

***Key words**: History, Western Civilization, Marriage ceremonies, Akbar'*

تعارف

وہ ضابطہ جو لوگوں کی معاشرت، اقدار اور روایات سے متعلق ہو، کے ذریعے کسی معاشرہ یا ملک کو چلایا جاتا ہو کو قانون کہتے ہیں۔ یا قانون قواعد وضوابط کا وہ مجموعہ ہے جس کے ذریعے انسانوں کے تعلقات کو منضبط ہو اور حکمران اسے نافذ کرے[1]۔ یعنی قانون اس قاعدہ کا نام ہے جس کے ذریعے معاشرے اور لوگوں کے امور چلائے جاتے ہوں تاکہ عدل وانصاف ہو، اور بدامنی اور محرومیت ختم ہو اس لیے کہ قانون حقوق متعین کرتا ہے۔ جبکہ دستور (Constitution) سے مراد ایسا ڈھانچہ ہے جس کے ذریعے ریاست کے طور طریقے چلائے جاتے ہوں"[2]۔

عائلی قوانین : لغوی اور اصطلاحی مفہوم: عائلہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی کنبہ، گھرانہ اور خاندان کے ہیں اور اسے عربی میں اُسرۃ بھی کہتے ہیں[3]۔ خاندانی امور سے متعلق قوانین کو عائلی قوانین، فقہ الاسرۃ، اور الاحوال الشخصیہ کہتے ہیں۔ مسلم عائلی قوانین میں نکاح، طلاق، خلع، وراثت، وصیت، نان نفقہ اور حضانت وغیرہ کے ابواب شامل ہیں۔ احکام شرعیہ جس کی تعداد ۵۰۰ سے ۵۵۰ تک بتائی جاتی ہے میں زیادہ احکام عائلی امور سے تعلق رکھتے ہیں عائلی امور اور خاندان کی مرکزیت اور اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے شریعت اسلامی میں حفظ النسل والنسب کو مقاصد شریعہ میں سے گردانا گیا ہے[4]۔

اصطلاحی مفہوم: وہ ضابطہ اور اصول جس کے ذریعے سے تدبیر منزل، اصلاح اندرون خانہ اور خاندانی امور کی اصلاح مقصود ہوتی ہے کو عائلی قانون کہتے ہیں۔ عائلی قانون احکام النکاح، طلاق، نان نفقہ، مہر اور وراثت، حضانت عدت اور حقوق الاقارب وغیرہ پر مشتمل ہے۔ عائلی قانون کے لیے عربی میں الأحوال الشخصیۃ، اور انگریزی میں Family law یا Personal law استعمال ہوتے ہیں[5]۔ مسلم فیملی لاء نبی آخر الزمانؐ کی آمد اور بعثت کے بعد ہی ہوا تھا جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے تاہم اس فقہ کو قانونی اور لیگل حیثیت بارہویں صدی کے اختتام پر دیا گیا[6]۔ پاکستان بننے کے بعد بھی ۱۹۶۱ء تک مختلف شکلوں میں انگریزوں کے نافذ کردہ قوانین نافذ تھے۔ مسلم فیملی لاء کو پرسنل لاء قرار دینا اس اعتبار سے غلط ہے کہ نکاح، مہر، طلاق، عدت، نان نفقہ، حضانت اور میراث کے احکامات اللہ تعالی کے عطا کردہ ہیں اور معاشرے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یہ کوئی ذاتی معاملہ نہیں ہوتا[7]۔

آئینِ پاکستان کے مطابق عورتوں کے آئینی اور قانونی حقوق

حقوق کے تحفظ کے جو ذرائع ہیں ان میں ایک دینی، اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داریوں کی تکمیل کا احساس ہے جبکہ دوسرا اہم ذریعہ قانون کا مؤثر نفاذ ہے۔ مقالہ ہذا میں خواتین، بیوہ اور مطلقہ کے حقوق کے تحفظ کے لیے جو آئینی اور قانونی اقدامات اٹھائے گئے ہیں اس کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

آئینِ پاکستان ۱۹۷۳ء کی روشنی میں ہر شہری کے بنیادی حقوق باب نمبر ا کی شق نمبر ۸ تا ۲۸ بیان کئے گئے ہیں۔ جس میں فرد کی سلامتی، جان اور مال کا تحفظ، حبس بے جا اور گرفتاری سے تحفظ، منصفانہ حق سماعت، انسان کی غلامی پر پابندی، احترام انسانیت قابل حرمت ہو گا۔ اس کے علاوہ آزادانہ نقل و حرکت، اجتماع، انجمن سازی، تجارت، تقریر، معلومات تک رسائی، مذہبی آزادی، حق تعلیم، حق ملکیت، اور حق مساوات ہر فرد کا بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے [8]۔ پاکستان میں عورت کو جو سماجی اور معاشی حقوق حاصل ہیں ان کو ہم قارئین کی آسانی کے لیے آئینی حقوق *(Constitutional Rights)* اور قانونی حقوق *(Legal Rights)* میں تقسیم کرتے ہیں [9]۔ قانونی ماہرین نے عورت کو دیے جانے والے آئینی حقوق کو ۲۱ بنیادی حقوق میں مندرجہ ذیل سماجی اور معاشی عنوانات کے تحت منضبط کیا ہے۔

۱۔ زندگی کا حق *(Right of Life)*

۲۔ مساوات کا حق (جنسیت، مذہبیت، لسانیت، اور علاقائیت سے قطع نظر) *(Right to Equality)*

۳۔ آزادی کا حق *(Right to Freedom)*

۴۔ حق ملکیت *(Right to Property)*

۵۔ سماجی حقوق *(Social Right)*

۶۔ *Right to constitutional Remedies to protect Fundamental Rights*

بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے آئینی اصلاحات کا حق

اس کے علاوہ عورت، بیوہ اور مطلقہ کو ضابطہ فوجداری *(Criminal Law)*، عائلی اور دیوانی قوانین *(Family and Civil Law)* کے تحت بھی مختلف حقوق دیے گئے ہیں۔

بنیادی حقوق دو قسم کے ہوتے ہیں جن میں اخلاقی حقوق، قانونی حقوق اور پھر قانونی حقوق کے ذیل میں معاشرتی حقوق، معاشی حقوق اور سیاسی حقوق شامل ہوتے ہیں۔ آئین پاکستان کے بعض قوانین قیام پاکستان سے پہلے کے ہیں اور بعض پاکستان بننے کے بعد بنے ہیں۔ جیسا کہ شادی شدہ خواتین کا حق جائیداد سے متعلق ۱۸۸۲ء ایکٹ، مسلمان خاتون کا تنسیخ نکاح ایکٹ ۱۹۳۹ء، کم سنی کی شادی کی ممانعت ایکٹ ۱۹۲۹ء، مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء، مسلم فیملی کورٹ ۱۹۶۴ء، حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء، تحفظ نسواں (فوجداری ایکٹ) ۲۰۰۶ء، ملازمت کی جگہ پر خواتین کو ہراساں کرنے کا ایکٹ ۲۰۱۰ء، خواتین کے خلاف اقدامات ایکٹ ۲۰۱۱ء، اور پنجاب حکومت کا تحفظ نسواں بل ۲۰۱۶ء

وغیرہ۔ عورتوں کے مذہبی، سماجی اور معاشی حقوق کے تحفظ کے لیے جو قانون سازی کی گئی ہے اس کے مطابق بعض قوانین آئین پاکستان اور شریعت کی روح کے عین مطابق ہیں۔ جیسے کہ آئین کے آرٹیکل ۲۳ کے مطابق مردوں کی طرح عورت بھی حق ملکیت رکھتی ہے۔

Every Citizen shall have the right to acquire, hold or dispose of property in any part of Pakistan.

جبکہ بعض قوانین ایسے ہیں جو قانون اور شریعت کے برعکس ہیں[10]۔ جس کی علماء، اسلامی نظریاتی کونسل اور قانون کے ماہرین نے وقتاً بوقتاً نشاندہی کی ہے اور اس پر سخت ردعمل کا اظہار کیا ہے۔

بیوہ اور مطلقہ کے حقوق پاکستانی لیگل سسٹم[11] کے تناظر میں جائزہ

حضرت انسان اور مسائل کا ساتھ ہونا لازم اور ملزوم ہیں۔ یہاں پر خانگی زندگی سے تعلق رکھنے والے ان سماجی اور معاشی مسائل کی نشاندہی کی جائے گی ہیں جن کا تعلق بیوہ اور مطلقہ عورت سے ہو جیسے بیوہ اور مطلقہ کی عدت، حق مہر، نکاح ثانی، خلع، تنسیخ نکاح، نان نفقہ، سکنیٰ، بچوں کی تعلیم و تربیت، میراث، حضانت، حسن سلوک، جہیز، تعدد ازواج، جنسی بے راہ روی، خودکشی، اور گھریلو تشدد وغیرہ۔ خاندان کسی بھی معاشرے کا بنیادی یونٹ ہوتا ہے۔ خاندان جتنا مستحکم ہوگا معاشرہ اتنا مضبوط اور مستحکم ہوگا۔ مرد اور عورت کے ملاپ سے خاندان معرض وجود میں آتا ہے جس کو فرائض اور حقوق کی ادائیگی سے باہم مربوط کیا جاتا ہے۔ فرائض اور حقوق کی بجاآوری سے معاشرہ اور خاندان محبت اور الفت کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور فرائض اور حقوق کی ادائیگی میں جتنی کوتاہی کی جائے گی اتنا ہی وہ معاشرہ اور خاندان عدم استحکام کا شکار ہوگا۔ اب وہ امور جس کی وجہ سے انسان بسااوقات جھگڑا اور لڑائی پر آمادہ ہوتا ہے اس کو کیسے کنڑول کیا جائے؟ اس کے لیے ایسے قواعد وضوابط کی ضرورت ہے جس کے سامنے انسان سر تسلیم خم کریں تاکہ معاشرہ اور خاندان کو فساد سے بچایا جائے اور اسے امن اور آشتی کا گہوارہ بنایا جائے۔ چونکہ خانگی معاملات میں مسائل کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے اس لیے اسلامی شریعت نے ان مسائل کے حل کے لیے جو اصول اور طریقہ کار وضع کیا ہے اس میں مصالحتی اداروں کے کردار کا تصور بھی موجود ہے۔

عورتوں کے سماجی اور معاشی مسائل اور ان کے حقوق اور فرائض کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے عورتوں، بیواؤں اور طلاق یافتہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا ہے۔ عورتوں سمیت دیگر محروم اور کمزور طبقوں کا ان کے جائز سماجی اور معاشی حقوق دلوانے کے لیے قانون سازی کی۔ اور ایسے اصول اور قوانین وضع کئے ہیں جن کی بدولت عورت، بیوہ اور مطلقہ کے سماجی اور معاشی حقوق کے تحفظ کو ممکن اور آسان بنادیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں روز اول سے پاکستان میں بھی مختلف اداروں کی راہنمائی میں قانون سازی ہوئی ہے تاکہ عورت، بیوہ اور مطلقہ کے سماجی اور معاشی حقوق کا تحفظ ہو۔ ان قوانین میں عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کے بعض دفعات اور پھر ان پر مظالم اور ان کے حقوق غصب کرنے سے متعلق ترمیمی بل پاس ہوئے[12]۔ لیکن پھر بھی تازہ ترین رپورٹس اور سرویز کا اگر جائزہ لیا جائے تو بیوہ اور مطلقہ عورتوں کے مسائل اور مشکلات میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

زوجین کے تنازعات اور وضعی قوانین کا جائزہ

(DMM act 1939) قانون انفساخ مسلم ازدواج ایکٹ ۱۹۳۹ء کے مطابق یکبارگی تین طلاقوں کو ایک طلاق جبکہ عدت گزارنے سے پہلے فریقین میں مصالحت کی گنجائش موجود ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے واضح طور پر یکبارگی تین طلاق کو خلاف شریعت قرار دیا اور اس بات کا اعادہ کیا کہ خلاف شریعت ہونے کے باوجود یکبارگی تین طلاق قانوناً واقع ہو جاتے ہیں اور شرعاً شوہر رجوع کا حق کھو بیٹھتا ہے۔ اس قانون کے تحت بیوی کی اجازت کے بغیر نکاح ثانی قانوناً جرم ہے۔ کونسل نے واضح کیا کہ شرعاً نکاح ثانی پر بیوی کی اجازت اور عدم اجازت دونوں برابر ہے[13]۔

مسلم فیملی لاء آرڈیننس (MFLO) کے سیکشن 7 کے مطابق طلاق کا تحریری نوٹس یونین کونسل کے چیئرمین کو ارسال کرنا لازمی ہے۔ چیئرمین کونسل کو طلاق نامے کے نوٹس کی وصولی کے بعد تیس دن کے اندر ایک ثالثی کونسل کا قیام عمل میں لائے گا جس میں چیئرمین کونسل کے علاوہ فریقین کے نمائندے بھی شریک ہونگے۔ اگر بیوی حاملہ ہو تو پھر طلاق وضع حمل تک معطل رہیں گے[14]۔ کونسل کی ذمہ داری ہے کہ وہ مصالحت کے لیے بھرپور کوشش کرے جس کو مسلم فیملی لاء آرڈیننس کے سیکشن ۷ یوں بیان کرتا ہے۔

"The Arbitration Council shall take all steps necessary to bring about such reconciliation"

اگر فریقین میں باہمی مصالحت ناممکن ہو تو اس ناگزیر صورت میں چیئرمین کونسل باقاعدہ طلاق یا تنسیخ نکاح کا سرٹیفیکیٹ اور نوٹیفیکیشن جاری کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر عدالت کا فیصلہ چیئرمین کونسل کے مفاہمتی کردار کے بعد نافذ العمل ہو جاتا ہے۔ اگر صلح ہوتی ہے تو عدالت کا جاری کردہ فیصلہ معطل ہو جاتا ہے اور اگر مصالحتی کردار میں کونسل ناکام ہو جاتا ہے تو اس صورت میں کونسل عدالت کے فیصلے کی توثیق کرتی ہے اور یوں وہ فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے۔ تاہم اس طریقہ کار کے مطابق تنسیخ نکاح کے عمل کے بعد مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۷ شق ۶ کے مطابق یہی عورت بغیر حلالہ کے اپنے سابقہ شوہر سے شادی کر سکتی ہے حتیٰ کہ جب تیسری مرتبہ تنسیخ نکاح ہو جائے ([15])۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ایک شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد متعلقہ کونسل یا اس کے چیئرمین کو خبردار نہیں کرتا تو اس صورت میں طلاق کی قانونی حیثیت کیا ہو گی؟ اس حوالے سے سپریم کورٹ میں جناب سید علی نواز گردیزی ([16]) نے لیفٹیننٹ کرنل محمد یوسف کے خلاف کیس فائل کیا جس پر سپریم کورٹ نے تاریخی فیصلہ دیا کہ چیئرمین کونسل کو طلاق کا نوٹس نہ دینے پر طلاق کو منسوخ سمجھا جائے گا۔

"Where the husband did not give notice of talaq to the chairman, he would be deemed to have revoked the talaq[17]".

اس فیصلے کو نظیر مان کر مزید فیصلے بھی کیے گئے[18]۔ تاہم تعجب کی بات یہ ہے ک اس کے برعکس کنیز فاطمہ بنام ولی محمد[19] کیس میں جس میں چیئرمین کونسل کو طلاق کے نوٹس بھی دیے گئے، سپریم کورٹ نے گردیزی کیس پر ریمارکس دیے کہ طلاق کے نوٹس نہ بھیجنے سے طلاق منسوخ نہیں ہوتا بلکہ غیر موثر ہوتا ہے[20]۔ اسی قانون کے دفعہ ۷ کے مطابق اگر کوئی شوہر طلاق کا نوٹس متعلقہ کونسل کے چیئرمین کو نہ بھیجے تو اس صورت میں طلاق شرعاً تو واقع ہو گی تاہم قانوناً اس کا اطلاق نہیں ہو گا۔ اس صورت میں اگر وہی مطلقہ عورت کسی اور مرد سے

شادی کرتی ہے اور بعد میں اس کا سابقہ شوہر جس نے طلاق کا نوٹس متعلقہ چیئر مین کونسل کو نہیں بھیجا تھا نے عدالت میں اپیل دائر کی کہ یہ عورت تو اس کی بیوی ہے تو اس صورت میں کیا واقعی وہ اس کی بیوی تصور کی جائے گی؟ اگر وہ اس کی بیوی تصور کی جاتی ہے تو کیا اس صورت میں اس دوسرے برائے نام اور عارضی شوہر (*So called husband*) کے ساتھ مجامعت زنا تصور کیا جائے گا؟ شوہر قانونی طریقہ کو فالو نہ کرنے کی سزا عورت کو کیسے دے سکتا ہے؟ تو اس حوالے سے شریعت کا موقف تو بالکل واضح ہے کہ طلاق دینے کے طریقہ کار میں کسی قسم کے نوٹس کے اجراء کی کوئی ضرورت نہیں۔ شوہر کی طرف سے بیوی کو دی جانے والی طلاق کے بعد عورت جب عدت گزارے گی تو اس کے بعد وہ اپنی مرضی سے دوسرے مرد کے ساتھ شادی کرنے کے لیے آزاد ہے۔ تاہم مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے دفعہ ۷ کے پروسیجر کو فالو نہ کرنے کی وجہ سے شوہر کے طلاق کالعدم اور منسوخ (*Revoked*) یا غیر نافذ العمل (*Ineffective*) ہونگے۔ اس کے علاوہ دیگر فیملی ایشوز طلاق، خلع وغیرہ میں اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں میں باہمی تناقضات پائے جائے ہیں۔

مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے دفعہ ۹ کے مطابق شوہر بیوی کو نان نفقہ دے گا۔ نان نفقہ نہ دینے کی صورت میں بیوی چیئر مین کونسل کو رپورٹ کرے گی جس کے نتیجے میں وہ ایک ثالثی کونسل (*Arbitration Council*) تشکیل دے گی تاکہ شوہر کو معاوضہ نان نفقہ دینے کا پابند کرے۔ جیسا کہ عارف محمود میاں بنام تنویر فاطمہ میں یکطرفہ فیصلہ ہوا تھا[21]۔ اگر اس عورت نے دوسری شادی نہ کی ہو اور اس نے زمانہ عدت کے نان نفقہ کا مطالبہ کیا ہو تو اس صورت میں عدالت شوہر کو پابند کرے گا کہ وہ اپنی بیوی کو متعین نان نفقہ یا وظیفہ دے گا۔ جیسے کہ منظور احمد بنام نرگس مرزا کے کیس میں ہوا[22]۔ مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے دفعہ ۹ کو مسلم فیملی کورٹس ایکٹ ۱۹۶۴ء کے دفعہ ۱۷-اے نے مزید تقویت دی جس میں پھر ۲۰۰۲ء کو ترمیم کیا گیا، جس سے عورتوں نے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا۔ اسکے علاوہ ہائی کورٹ نے بلقیس فاطمہ کیس[23] میں اور سپریم کورٹ نے خورشید بی بی کیس[24] میں عورت کے حق میں خلع کے فیصلے صادر کیے ہیں۔ تاہم یہ بات جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ نان نفقہ کا مسئلہ یا تو دوران نکاح پیش آتا ہے یا طلاق کے بعد عدت تک۔ اس صورت میں جب عورت نے عدالت سے رجوع کیا ہے تو عدالت نے عورت کے ساتھ نرمی اور اس کے حق میں فیصلہ کیا ہے۔ اس کے برعکس جب عورت نے نان نفقہ یا خرچہ کا مطالبہ بعد عدت والی مدت کا کیا تو پاکستانی عدالتوں، مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء اور فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۶۴ء نے اس حوالے سے عورت کو کوئی تحفظ فراہم نہیں کیا ہے[25]۔ سابقہ شوہر پر بیوہ اور مطلقہ کے لیے شریعت میں بھی عدت کی مدت گزارنے کے بعد کوئی نان نفقہ اور خرچہ نہیں ہے۔

اسی طرح لاء اینڈ جسٹس کمیشن کی سفارش پر مغربی پاکستان فیملی کورٹس ایکٹ ۱۹۶۴ء کی سیکشن ۱۰ (۴) میں ترمیم کی گئی جس کے مطابق فیملی کورٹس بھی اس بات کا پابند ہوگی کہ میاں بیوی کے درمیان مقدمہ کی باقاعدہ سماعت سے پہلے بھرپور مصالحتی کرادار ادا کریں اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو مصالحت کے لیے الگ تاریخ کا تعین کرے۔ اگر دونوں میں مصالحت ناممکن ہو تو اس صورت میں عدالت تنسیخ نکاح کی

ڈگری جاری کرے گی۔ جواس بات کی دلیل ہے کہ میاں بیوی میں ناچاقی اوراختلافات کے مقدمات میں سماعت سے پہلے قانون پاکستان اور عدالتی نظام بھی مصالحتی کردار کے قائل ہیں[26]۔

بچے کی حوالگی(*Custody of the Minor*) کے حوالے سے عدالتی فیصلوں کا خلاصہ یہ ہے کہ بچے یا بچی کی فلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی حوالگی والدین میں سے کسی ایک کو کی جاتی ہے جیسے مہتاب مرزا بنام شازیہ منصور کے مقدمہ میں ہوا[27]۔ طلاق کے بعد اگر بچہ والدہ کے زیر کفالت ہو تب بھی بچے کا باپ بچے کی ماں کا نان نفقہ ادا کرے گا تاہم اگر عورت دوسری شادی کر لیتی ہے تو اس صورت میں بچے کی کفالت والد پر ہو گی اور اگر وہ بچے کی تربیت اور کفالت میں ناکام ہو جاتا ہے تو اس صورت میں عدالت بچے کو ماں کے حوالے کرے گی جیسے کہ محمود اختر بنام ضلعی قاضی اٹک میں ہوا[28]۔ بعد از نکاح اس کے اخراجات کی ذمہ داری اس کے خاوند کی ہوتی ہے۔ اور اگر اس کا شوہر نان نفقہ اور اخراجات کی ادئیگی میں کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے تو عورت شرعی قوانین اور پاکستانی قوانین[29] کے مطابق تنسیخ نکاح کے لیے عدالت سے رجوع کا حق رکھتی ہے۔ جبکہ طلاق کے بعد عدت تک یہ ذمہ داری بھی اس کے شوہر کے کندھوں پر ہوتی ہے۔ نان نفقہ کی ادائیگی میں شوہر کے احوال کا خیال رکھا جائے گا۔ طلاق، خلع یا تنسیخ نکاح کی صورت میں بچوں اور اس کی ماں کا خرچہ باپ کی حیثیت کے مطابق ہو گا۔ اور اگر بچے یا بچی کا باپ فوت ہو جاتا ہے تو اس صورت میں بچے کا قریبی رشتہ دار، دادو غیرہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار ہو گا[30]۔

شرعی قوانین اور پاکستانی لیگل سسٹم دونوں میں نان نفقہ کا کوئی تعین نہیں کیا گیا ہے۔ پاکستان میں نان نفقہ کا مسئلہ اس وقت پیدا ہوا جب میرج کمیشن جو کہ ۴ اگست ۱۹۵۵ء کو قائم ہوا، یہ کمیشن سات (۷) ممبران پر مشتمل تھا۔ اس کمیشن نے ایک سوالنامے پر لوگوں کی آراء جاننے کی کوشش کی کہ کیا بیوہ یا مطلقہ کو عدت گزارنے کے بعد نان نفقہ دلوایا جائے یا نہیں؟ اس حوالے عورت ایکٹیویسٹ(*Woman Activist*) نے رائے عامہ ہموار کرنے کی بھرپور کوشش کی جس کی نتیجے میں مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ متعارف کروایا گیا[31]۔ ایم ایف ایل او ۱۹۶۴(*MFLO-1964*) کے علاوہ فیملی کورٹ ۱۹۶۴ کی سیکشن ۵ اور ۲۰ بھی محروم اور نظرانداز عورت کو عدت کے اندر نان نفقہ دلواتی ہے۔ تاہم عدت کے بعد نان نفقہ کے مسئلہ پر پاکستان میں میرج کمیشن جو اس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا، کے علاوہ دیگر حقوق نسواں کمیٹی (جو ۳۱ جنوری ۱۹۷۶ء کو بنائی گئی تھی)، عورت کی حیثیت پر قومی کمیشن (*National Commission on the status of Woman*)، انکوائری کمیشن برائے عورت ۱۹۹۷(*Commission of Inquiry for woman*) اور حقوق نسواں کی تنظیموں نے تجاویز اور سفارشات مرتب کیں کہ مطلقہ عورت کو عدت کے بعد بھی تان کاح ثانی شوہر کی حیثیت کے مطابق اس کی جائیداد میں سے حصہ دلوایا جائے[32]۔ جس کو بنیاد بنا کر لاء اینڈ جسٹس کمیشن آف پاکستان(*LJCP*) نے بھی پاکستان میں ایسے قانون نافذ کرنے پر زور دیا ہے کہ جس میں عدت کے بعد عورت کے نان نفقہ (*Maintenance*) کا تحفظ ممکن ہو، تاکہ وہ سماجی اور معاشی محرومیت کی زندگی نہ گزارے[33]۔

۱۹۶۱ء کے مسلم فیملی لاء کے دفعہ ۴ کے مطابق پوتے کو میراث کا حقدار قرار دے دیا گیا۔ اس قانون کے مطابق اگر کسی شخص کی اولاد (لڑکا یا لڑکی) ہو اور ان کے پوتے اور نواسے بھی ہوں۔ ابھی وہ بقید حیات ہے کہ ان کی اولاد میں سے کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت میں یتیم پوتے یا نواسے کو اپنے دادا کے فوت ہونے پر وہی حصہ ملے گا جو بوقت حیات دادا کی اولاد کو ملنا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یتیم پوتا/پوتی اور نواسہ/نواسی اپنے دادا سے مطلقاً میراث کے حقدار ہیں۔ یہ قانون غیر اسلامی تھا۔ جس پر علماء کرام نے سخت تنقید کی[34]۔ اس کے علاوہ بیوہ اور یتیم کے حق وراثت کے حوالے سے سپریم کورٹ کے فاضل جج جناب قاضی فائز عیسیٰ اور جسٹس امین الدین خان نے مقدمہ سول پٹیشن علت ۴۴۵۹۔۲۰۱۸ء، کی سماعت کرتے ہوئے ۲۷ نومبر ۲۰۲۰ کو ۵ صفحات پر مشتمل فیصلہ سنایا جس میں انھوں نے ایک طرف بیوہ اور یتیم کو ان کا حق وارثت دلوایا، اور مانعین میراث کی زجر و توبیخ کی۔ تو دوسری طرف معزز عدالت نے پٹواریوں اور ریونیو کے محکموں کو ہدایات دیں کہ وہ اپنے فرائض کو پوری کریں۔ جبکہ ماتحت عدالتوں کو حکم دیا کہ وہ اس فیصلے پر عمل درآمد کو یقینی بنائے[35]۔

مذکورہ بالا عائلی مسائل طلاق، خلع، حق مہر، سامان جہیز کی واپسی، بچے کی حوالگی، لعان اور نان نفقہ کے بارے میں پاکستان میں ۱۹۳۹ء سے تاحال قانون سازی ہوتی رہی ہے۔ قانون سازی کے حوالے سے زندگی کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والی تنظیمیں اور اداروں نے اپنا کردار ادا کیا ہے۔ تاہم یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان میں اعلی عدالتوں نے اس حوالے عورت کی بے چارگی کو مد نظر رکھتے ہوئے عورت کے حق میں فیصلے صادر کیے ہیں تاکہ مرد جو اپنی قوامیت سے غلط فائدہ حاصل کرتے ہیں کو لگام ڈال سکیں۔ اس حوالے سے پاکستان فیملی لاء میں شرعی قوانین کی روسے تضادات بھی پائے جاتے ہیں جیسے کہ شوہر کی مرضی کے بغیر بیوی کو یک طرفہ خلع دینا۔ جس پر علماء اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات موجود ہیں۔

تحقیق سے بات ثابت ہوتی ہے کہ طلاق اور خلع کا تناسب پوری دنیا میں زیادہ تیزی سے بڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے عائلی نظام درہم برہم ہوتا جارہا ہے۔ غیر اسلامی دنیا میں بلجیئم میں طلاق کی شرح ۷۰ فیصد، چیک ریپلک، پرتگال اور لیگزم برگ میں یہ شرح ۶۰ فیصد ہے۔ جبکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ۶۰ فیصد ہے جو کہ شرح طلاق اور خلع کی شرح کے اعتبار سے دنیا کا چھٹا ملک ہے[36]۔ اسلامی دنیا میں طلاق اور خلع کی شرح غیر اسلامی ممالک کی نسبت اس وجہ سے کنڑول ہے کہ اسلامی روایات کے مطابق طلاق اور خلع کو پسند نہیں کیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود دیگر اسلامی ممالک کے علاوہ پاکستان میں بھی پچھلے دو تین دہائیوں سے طلاق اور خلع کی شرح بڑھنے لگی ہے۔ پاکستان ٹوڈے انگریزی اخبار کے مطابق پاکستان کے لاہور شہر میں روزانہ کی بنیاد پر طلاق اور خلع کے سو سے زائد مقدمات فیملی کورٹس میں درج ہوتے ہیں[37]۔ شازیہ رمضان اور سائرہ اختر کے تحقیقی مقالہ کے مطابق صوبہ پنجاب میں ۲۰۱۲ء کو خلع کے ۱۳۲۲۹ مقدمات رپورٹ ہو گئے جو ۲۰۱۳ء میں ۱۴۲۴۳، ۲۰۱۴ء میں بڑھ کر ۱۶۹۴۲ جبکہ ۲۰۱۶ء میں ۱۸۹۰۱ ہو گئے[38]۔

پاکستان کے عائلی قوانین کا تعارفی جائزہ

پاکستان میں رائج الوقت فیملی لاز کی تعداد پچاس (۵۰) سے زائد ہے جن میں کچھ وفاقی ہیں جبکہ کچھ صوبائی۔ جن میں تقریباً دس قواعد اقلیتی برادری کے ازدواجی معاملات سے متعلق ہیں۔ پاکستان کے عائلی قوانین میں ۱۹۳۹ء کے قانون انفساخ مسلم ازدواج ایکٹ (DMMA)، مسلم عائلی قانون آرڈیننس ۱۹۶۱ء (MFLO)، اور فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۶۴ء (FCA) شامل ہیں جس میں وقت کے ساتھ ساتھ مختلف ترمیمات کی گئی ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۵۵ء کو ایک سات رکنی "عائلی قانون کمیشن" بنایا گیا تاکہ عائلی امور پر وہ سفارشات اور تجاویز دیں۔ اس کمیشن کے سربراہ خلیفہ شجاع الدین تھے اور بعد میں جسٹس عبدالرشید صاحب اس کمیشن کے چیئرمین بن گئے۔ جون ۱۹۵۶ء میں اس کمیشن نے متنازعہ تجاویز اور سفارشات مرتب کیں اور حکومت کو پیش کیں جس پر علماء نے شدید رد عمل کا اظہار کیا اور ان تجاویز اور سفارشات کی مخالفت کی۔ عوام اور علماء کے رد عمل کی وجہ سے حکومت نے ان متنازعہ سفارشات کو قانونی شکل نہیں دی۔ تاہم کچھ عرصہ بعد ۲ مارچ ۱۹۶۱ء کو ایوب خان نے صدارتی آرڈیننس کے ذریعے مسلم فیملی لاز مجریہ یا مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء جاری کیا جس کے بعض دفعات جیسا کہ دفعہ ۴، دفعہ ۵، دفعہ ۶، دفعہ ۷، اور دفعہ ۱۲ کو ۲۰۹ علماء نے غیر شرعی اور غیر اسلامی قرار دے کر اس پر اعتراضات کیے[39] اور اس کی منسوخی کا مطالبہ کیا۔ اور پھر مسلم فیملی کورٹ ۱۹۶۴ء (Muslim Family Court-1964) پاس کیا گیا جس میں مختلف اوقات میں ترامیم ہوتی رہیں۔ پاکستان میں عورت کو جو حقوق حاصل ہیں ان کو قانونی ماہرین نے آئینی حقوق (Constitutional Rights) اور قانونی حقوق (Legal Rights) میں تقسیم کیے ہیں[40]۔ پاکستانی عدالتیں ازدواجی حقوق و فرائض سے متعلق امور کے فیصلے مندرجہ ذیل قوانین کی روشنی میں کرتی ہے[41]۔

1. *The N.W.F.P Muslims Personal Law (Shariat) Application Act, 1935.*
2. *The Muslim Personal Law (Shariat) Application Act, 1937.*
3. *The west Punjab Muslims Personal Law (Shariat) Application Act, 1948.*
4. *The west Pakistan Muslims Personal Law (Shariat) Application Act, 1962.*
5. *Child Marriage Restraint Act, 1929.*
6. *The Dissolution of Muslim Marriage Act, 1939.*
7. *Dowry and Bridal Gifts Restriction Act, 1976.*
8. *The Guardian and Ward Act 1890.*
9. *The Muslim Family Law Ordinance 1961.*
10. *The Family Court Act 1964 and*
11. *The Family Court Rules 1965*

قانون انفساخ مسلم ازدواج ایکٹ ۱۹۳۹ء (Dissolution of Muslim Marriage Act)

قانون انفساخ مسلم ازدواج ایکٹ ۱۹۳۹ء میں حنفی مکتب فکر کے برعکس مالکیؒ فقہ کے مطابق محروم عورتوں کو ریلیف دیا گیا[42]۔اس قانون کے دفعہ ۲ کے مطابق تنسیخ نکاح کی آٹھ وجوہات (Grounds for Dissolution of Marriage) ہیں جس کی بنیاد پر ایک مسلمان عورت تنسیخ نکاح کا حق رکھتی ہے[43] جو درج ذیل ہیں۔

۱۔شوہر چار سال سے مفقود الخبر ہے۔

۲۔شوہر دو سال تک نان نفقہ میں غفلت برت رہا ہو نفقہ دینے میں ناکام ہوا ہو۔

۳۔شوہر کو سات یا اس سے زیادہ سال قید کی سزا ہو چکی ہو۔

۴۔شوہر کسی معقول وجہ کے بغیر تین سال تک وظیفہ زوجیت میں ناکام رہا ہو۔

۵۔شوہر بوقت نکاح نامرد ہو اور اس کا علاج ناممکن ہو۔

۶۔شوہر کسی موذی جنسی مرض یا جذام کا شکار ہو، یا دو سال سے دماغی توازن کھو بیٹھا ہو۔

۷۔اگر لڑکی کی عمر ۱۵ سال سے کم ہے اور اس کے اولیاء نے اس کا نکاح کروایا تو ۱۸ سال تک پہنچنے سے پہلے (بشرطیکہ تکمیل نکاح نہ ہوئی ہو) لڑکی کو تنسیخ نکاح کا حق حاصل ہے جسے خیار بلوغت کہتے ہیں۔

۸۔شوہر بیوی سے بے رحمانہ اور ظالمانہ رویہ رکھتا ہو یعنی:

(الف)۔بیوی کو مارتا پیٹتا ہو، نفسیاتی یا ذہنی طور پر تکلیف پہنچاتا ہو۔یا

(ب)۔گناہ کے کام کرتا ہو یا بد کردار عورتوں سے تعلقات رکھتا ہو۔یا

(ج)۔بیوی کو گناہ کی زندگی پر مجبور کرتا ہو۔یا

(ح)۔بیوی کی رضامندی کے بغیر اس کی جائیداد فروخت کرے یا اس کی حق ملکیت کو ضبط کرے۔یا

(خ)۔بیوی کو مذہبی رسومات ادا کرنے سے روکتا ہو۔یا

(د)۔تعدد ازدواج کی صورت میں عدل نہ کرتا ہو۔یا

(ذ)۔اس کے علاوہ کوئی ایسا سبب جو تنسیخ نکاح کے لیے جائز ہو[44]۔

مسلم عائلی قانون آرڈیننس ۱۹۶۱ء (Muslim Family Law Ordinance)

قانون انفساخ مسلم ازدواج ایکٹ ۱۹۳۹ء پر علمائے کرام اور عوام الناس کے اعتراضات کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت پاکستان نے ۱۹۵۵ء میں سات رکنی میرج کمیشن بنایا تاکہ عائلی قوانین میں قرآن وسنت کی روشنی میں ترمیمات کرے۔کونسل نے جو تجاویز اور سفارشات

مرتب کیے جس کو مولانا احتشام الحق رکن کمیٹی نے اہانت اور استخفاف دین قرار دے کر اختلافی نوٹ لکھا[45]۔ کونسل کی سفارشات پر مارچ ۱۹۶۱ء کو صدر ایوب خان نے جبری مسلم عائلی قانون آرڈیننس نافذ کروایا جو کہ عائلی قوانین میں اصلاح کے حوالے سے نہایت اہم اقدام تھا۔ خانگی مسائل کے حل کے لیے حکومت نے ۱۹۶۴ء کو ویسٹ پاکستان ایکٹ ۱۹۶۴ء کے تحت فیملی کورٹس کا قیام عمل میں لایا۔ ۱۹۷۵ء کو لاء آرڈرز کے تحت فیملی کورٹس کا نام ویسٹ پاکستان ایکٹ کے بجائے پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۶۴ء کر دیا گیا، جس میں مختلف موقعوں پر قانونی ترامیم ہوتی رہیں[46]۔ مسلم عائلی قانون آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے بعض دفعات اور شقیں بھی قانون انفساخ مسلم ازدواج ایکٹ ۱۹۳۹ء کی طرح اسلامی شریعت سے متصادم تھی۔ جس پر مذہبی طبقے اور ماہرین قانون نے اعتراضات کیے[47]۔ اس آرڈیننس کے متنازعہ دفعات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

- اس قانون کی رو سے ۱۸ سال سے کم عمر لڑکے اور ۱۶ سال سے کم عمر لڑکی کا نکاح قانوناً جرم قرار دے دیا گیا۔
- اس قانون کے تحت اگر ایک مرد دوسری شادی کرنا چاہے تو اسے اپنے پہلی بیوی سے اجازت لینی ہوگی۔ دوسری شادی کرنے کی صورت میں اسے مصالحتی کونسل یا فیملی کورٹ کو راضی کرنا ہوگا بصورت دیگر اسے مجرم قرار دیا جائے گا اور اس صورت میں وہ اپنی بیوی کو مہر فوراً ادا کرے گا۔
- اس قانون کی رو سے نکاح، طلاق اور خلع کی رجسٹریشن کو لازمی قرار دے دیا گیا۔
- اس قانون کی روشنی میں باپ کی موجودگی میں فوت ہونے والے بیٹے یا بیٹی کی اولاد کو باپ کا حق میراث ملے گا۔
- فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۶۴ء ***(Family Court Act 1964)***
- فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۶۴ء کو نافذ کیا گیا جس کے ذریعے فیملی کورٹس کا قیام عمل میں لایا گیا اور عائلی مقدمات کو دیکھنے کا طریقہ کار بتایا گیا ہے۔ فیملی کورٹ حق مہر، نان نفقہ، جہیز، حوالگی نابالغان، جہیز، سرپرستی، نکاح اور خلع وغیرہ مسائل کو دیکھنے کا اختیار رکھتی ہے۔ فیملی کورٹ ایکٹ کے سیکشن ۵ شیڈول حصہ اول کے دفعات مندرج ذیل ہیں۔

- تنسیخ نکاح (بشمول خلع[48]) *(Dissolution of Marriage) (Including Khula)*
- مہر *(Dower)*
- خرچ نان ونفقہ *(Maintenance)*
- اعادہ ازدواجی حقوق *(Restitution of Conjugal Rights)*
- بچوں اور (والدین کا ان کی ملاقات کے حقوق کی حوالگی[49]) *(Custody of Children) (Visitation rights of parents to meet them)*
- سرپرستی *(Guardianship)*
- شادی کا جھوٹا دعوی *(Jactitation of Marriage)*

- جہیز *(Dowry)*
- بیوی کی ذاتی جائیداد اور اشیائے ملکیت

(Personal Property and Belongings of wife)

فیملی کورٹس ایکٹ ۱۹۶۴ء میں اکتوبر ۲۰۰۲ء اور ۲۰۱۵ء کو ترامیم کی گئیں۔اس کے علاوہ وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل نے مسلم فیملی لاز میں وقتاً فوقتاً ضرورت کے مطابق تبدیلیاں اور ترامیم کے لیے اسلامی شریعت کے مطابق سفارشات مرتب کیے ہیں جس کی تفصیل آگے اسلامی نظریاتی کونسل اور عائلی قوانین کے مبحث میں آئے گی۔ فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۶۴ء فیملی امور کے زیادہ تر فیصلے مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے مطابق برقرار رکھتی ہے۔اب یہاں پر پاکستانی عائلی قوانین کے بعض قابل اعتراض دفعات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے گا تاکہ قارئین کو یہ بات سمجھ میں آسکے کہ کیوں عائلی قوانین اتنے مؤثر نہیں ہیں۔

قانون انفساخ مسلم ازدواج ایکٹ ۱۹۳۹ء اور مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے بعض دفعات کا تنقیدی جائزہ

A Critical Appraisal of DMMA 1939 and MFLO 1961

قانون انفساخ مسلم ازدواج ایکٹ ۱۹۳۹ء پر مسلمان علمائے کرام نے اس کے غیر اسلامی دفعات پر سخت احتجاج کیا جس کی تفصیل یہ ہے۔اس ایکٹ کے مطابق میں میاں بیوی کے حقوق اور فرائض کا کوئی تصور نہیں دیا گیا اور نہ شوہر کے فرائض کا تعین کیا گیا ہے۔اس ایکٹ میں تنسیخ نکاح کے لیے فقہ مالکی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔اس قانون کے شق ۲ اور ۴ میں جان بوجھ کر "کسی معقول وجہ کے بغیر" فقرے کی بنیاد پر فرق رکھا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بیوی ناشزہ اور نافرمان بھی ہو تب بھی وہ تنسیخ نکاح بذریعہ خلع میں حق بجانب ہو گی اور شوہر پر بیوی کے ذمہ مہر کی ادائیگی بھی لازم ہو گی جو کہ شوہر کے ساتھ زیادتی ہے۔اسلامی شریعت کے مطابق شوہر پر ناشزہ اور نافرمان بیوی کا حق نان نفقہ لازم نہیں۔اسی طرح اس ایکٹ کے شق نمبر ے میں خیار بلوغ اور شق نمبر ۸ میں خاوند کے بے رحمانہ رویہ کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کے لیے قانونی چارہ جوئی کر سکتی ہے (آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر ولی اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح کروائے تو یہ نکاح منعقد ہوتا ہے[50]۔اور بلوغت پر اسے خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا)۔اس قانون کے دفعہ ۴ کے مطابق تبدیلی مذہب مؤجب انفساخ نکاح نہیں۔تاہم عورت تبدیلی مذہب کے بعد بھی انفساخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے[51]۔اس قانون کو بنیاد بنا کر بد طینت اور بد کردار عورتوں کو یہ موقع ہاتھ آگیا کہ وہ اپنے شوہروں کا استحصال کر سکے۔ حق خیار بلوغ، عمر کی تحدید اور خاوند کے بے رحمانہ سلوک کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کے ایشوز پر بحث ذیل میں کی جاتی ہے۔

نکاح کے لیے عمر کی تحدید کا مسئلہ

قانون انفساخ ازدواج مسلم ۱۹۳۹ء کے دفعہ ۲ کے ذیلی شق ے کے مطابق اگر کسی بچی کا نکاح اس کے ولی نے ۱۶ سال سے پہلے کیا تو ۱۸ سال کی عمر میں رخصتی سے پہلے یا خلوت صحیحہ سے پہلے *(Marriage not Consummated)* اسے خیار بلوغ یا فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔پاکستانی عائلی قانون ۱۹۳۹ء کے دفعہ ۲ شق نمبر ے کے مطابق باپ دادا کے نکاح کروانے میں بھی نابالغہ کو ۱۸ سال کے اندر رخصتی سے پہلے خیار بلوغ حاصل ہے جو کہ اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔ اس لیے کہ فقہائے اربعہ کے مطابق باپ دادا کے کرائے گئے نکاح

(بشر طیہ کہ سیٔ الاختیار نہ ہو۔ قارئین یہ بات نوٹ فرمائیں کہ اس استثنائے کیفیت سیٔ الاختیار کاذکر کتب فقہ حنفی میں موجود نہیں ہے) پر لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا[52]۔ اسی طرح مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے دفعہ ۱۲ میں بھی ۱۸ سال سے کم عمر لڑکے اور ۱۶ سال سے کم عمر کی لڑکی کی شادی کو قانوناً جرم قرار دے دیا گیاہے۔ پاکستانی قوانین کے برعکس اگر ۱۶ سال کی عمر میں لڑکی بالغ ہو گئی ہو اور اسے ماہواری (*Menses*) آتی ہو تو اس صورت میں شرعاً یہ نکاح درست تصور کیا جائے گا۔

خاوند کے بے رحمانہ رویہ کی بنیاد پر تنسیخ نکاح

اس قانون کے دفعہ ۲ کے شق ۸ کے مطابق عورت کو خاوند کے بے رحمانہ رویہ، باہمی منافرت اور زدوکوب کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کا حق حاصل ہے جو فقہ حنفی اور فقہ مالکی میں محل نزاع ہے۔ جمہور فقہا کے مطابق ان وجوہات کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کا تصور درست نہیں ہے۔ اس کے برعکس مالکیہؒ کے نزدیک عورت اپنے خاوند سے بے رحمانہ سلوک اور ظالمانہ رویہ کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کے لیے عدالت سے رجوع کر سکتی ہے۔ اس صورت میں عدالت عورت کو ایک طلاق بائن دلوائے گی یا عورت کو ایک طلاق بائن کا حق سپرد کرے گی۔ اسی طرح معاشرتی مصلحت کی بنیاد پر مولانا اشرف علی تھانویؒ اور علمائے دیوبند نے الحیلۃ الناجزہ کی صورت میں مفقود اور متعنت شوہر کے مسئلہ میں فقہ مالکیہ پر فتوی دیا ہے[53] جسے مولانا مودودیؒ نے بھی اختیار کیا ہے۔ اسی طرح زوجین کو متعدی بیماریوں میں سے کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے دونوں حدود اللہ قائم نہ رکھ سکتے ہوں تو ایک سال علاج کی مہلت کے بعد عورت کو تنسیخ نکاح کا حق دیا گیا ہے۔

خلاصۃ البحث

تحقیق سے درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

1۔ انسان اور مسائل کا آپس میں تعلق لازم اور ملزوم ہے۔ مسائل کے حل کے لئے قانون سازی کی جاتی ہے۔

2۔ بیوہ اور مطلقہ کے سماجی مسائل ہو یا معاشی مسائل ان کے حقوق کو ہمیشہ سے پامال کیا جاتا رہا۔

3۔ بیوہ اور مطلقہ کے حقوق کے تحفظ کے لئے کام کرنے والی تنظیمیں بیوہ اور مطلقہ کے حقیق مسائل کو زیر بحث نہیں لاتی۔

4۔ پاکستانی قانون میں بیوہ اور مطلقہ کے حقوق کے تحفظ کے لئے بہت سارے اقدامات اٹھائے گئے ہیں تاہم اسلامی شریعت نے مسلمان بیوہ اور مطلقہ کو جو سماجی اور معاشی حقوق عطا کئے ہیں اس حوالے سے موثر اقدامات نہیں ہوئے ہیں۔

5۔ بیوہ اور مطلقہ کے نکاح ثانی، نان نفقہ، حق مہر، حق خلع، بچوں کی حوالگی، بیوہ کا حق میراث، یتیموں کی تعلیم و تربیت اور دیگر مسائل کو پاکستانی لیگل سسٹم نے ایڈریس ضرور کیا ہے تاہم اس پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بیوہ اور مطلقہ سماج کا مؤثر رکن بن سکیں۔

6۔ قانون ساز اداروں کو اسلامی نظریاتی کونسل کے سفارشات پر عمل کرنا چاہئے تاکہ بیوہ اور مطلقہ کے حقوق کا تحفظ ممکن ہو سکیں۔

حواشی،حوالہ جات

[1].https://www.punjnud.com/ViewPage.aspx?BookID=13839&BookPageID=319251&BookPageTitle=Dastoor%20Aur%20Qanoon, retrieved on 21/102020
2-https://www.toppr.com/guides/business-law-cs/introduction-to-law/various-definitions-of-law/, retrieved on 14/9/2020

[3]۔شاہدہ پروین، عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، پی ایچ ڈی مقالہ، جامعہ پنجاب،۲۰۰۸ء، ص۳۔۴-اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج۱۲، ص۷۱۶

Shāhida Parvīn, Contemporary Family Issues and Islamic Teachings, Ph.D thesis, University of Punjab, 2008.P:3,4 and Ur+du Encyclopedia of Islam, vol.12, p:716

[4]۔باقر خاکوانی، اسلامی اصول الفقہ، ادارہ مطبوعات سلیمانی،۲۰۱۶ء، ص۵۸۔۵۹

Bāqir Khakwāni, Islamic Principles of Jurisprudence, Soleimanī Press, 2016, p:58, 59

[5]۔شاہدہ پروین، عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، ص۸۳

Shāhida Parveen, Contemporary Family Issues and Islamic Teachings,p:83
The Oxford encyclopedia of modern Islamic world, vol#1, p 461
[6]. Rukhshanda Naz and Maliha Zia, Muslim family law in Pakistan, Aurat Foundation, Retrieved:http://arabic.musawah.org/sites/default/files/Pakistan-report%20for%20Home%20Truths.pdf , Retrieved on 10 Feb, 2021

[7]۔سید احمد عروج قادری، اسلام کے عائلی قوانین، مرکزی مکتبہ اسلامی پلبشرز دہلی،۲۰۱۵ء، ص۱۹۔۲۲

Syed Ahmad Urūj Qādri, Family Laws of Islam, Central Islamic Library, New Delhi,2015, P:19-22
[8] . https://haalhawal.com/Story/23068, retrieved on 20/10/2020
[9] . https://papers.ssrn.com/sol3/papers.cfm?abstract_id=2484371, Asma Mushtaq and others, constitutional and legal rights of woman in Pakistan, Woman aid Trust, Islamabad, 2013, page 2- 18 dated 3 December 2020

[10]۔جیسے کہ تحفظ حقوق نسواں ایکٹ ۲۰۱۶ء کے دفعہ ۷(۱) بی، ڈی، ای، ایچ، دفعہ ۱۳(۲) جے، اور دفعہ ۲۳ وغیرہ۔عائشہ رحمان اور ڈاکٹر محمد ارشد، تحفظ حقوق نسواں ایکٹ کا شرعی و قانونی نقطہ نظر سے تجزیاتی مطالعہ، العلم، ج۱، شمارہ۱، جون ۲۰۱۷ء، ص۱۲۹

Such as Section 7 (1) B, D, E, H, Section 13 (2) J, and Section 23 of the Protection of Women's Rights Act 2016 . Ayesha Rehman and Dr. Muhammad Arshad, Analytical Study of Protection of Women's Rights Act from Shariah and Legal Perspective, Al-Ilm, Vol:1, Issue:1, June 2017, P: 129
[11] Legal System of Pakistan is comprised of Islamic and English law, where in Pakistan the latter one, was introduced to look-after the Muslim personal law till 1961. See, https://scholarblogs.emory.edu/islamic-family-law/home/research/legal-profiles/pakistan-islamic-republic-of/, retrieved on 22/10/ 2020
[12] http://jamaatwomen.org/page/women/subpage-10, retrieved on 14 Feb, 2020
[13]http://urdu.alarabiya.net/ur/politics/2015/01/30/؟نظریاتی-کونسل-کی-سفارشات-اور-عائلی-قوانین.html, retrieved on 27 July 2020

[14]- https://www.hg.org/legal-articles/divorce-in-pakistan-5439, retrieved on 22 August 2020

[15]- Munir. M, The Rights Of Woman And The Role Of Superior Judiciary In Pakistan With special Reference To Family Law Cases From 2004-2008, "Pakistan Journal Of Islamic Research", vol#3, 2009, pp 6- 7

[16]- PLD 1963 SC 51

[17]- Op. cit, Munir. M, p8

[18]- پی ایل ڈی، 1964ء، رٹ پیٹیشن کراچی 306۔ پی ایل ڈی، 1981ء، ایس سی 460۔ اور پی ایل ڈی، 1982ء، ایف ایس سی 265 وغیرہ

PLD, 1964, Writ Petition Karachi 306. PLD, 1981, SC 460. And PLD, 1982, FSC 265, etc

[19] - PLD 1993 SC 901

[20]- Op. cit, Munir. M, p8-9

[21]- PLJ 2004 Lahore 892

[22]- PLJ 2004 SC 541

[23]- PLD 1959 Lahore 566

[24]- PLD 1967 SC 970

[25]- S, H, Muhammad, Women's Right to Maintenance in Legal System of Pakistan with Special Reference to Judgments of Superior Courts, *Ma'arif-E-Islami* (AIOU), vol:18, Issue: 2, Dec, 2019, Pp23.26, also see, http://www.ma-law.org.pk/ Divorce_ Laws_ Divorce_Lawyer_in_Karachi_divorce_Lawyer_in_Lahore_divorce_law_frims_in_Pakistan.html

[26]- http://www.tajziat.com/quaterly/issue/2016/01/article.php?id=3, retrieved on April 09, 2020

[27]- PLJ 2005 Lahore1562

[28]- PLJ 2005 SC 33

[29] Dissolution of Muslim Marriage Act 1939, Section 2, Sub-Section (II)

یعنی یہ کہ شوہر نے عورت کا نان نفقہ نظر انداز کیا ہے یا دو سال سے اسے ادا کرنے میں ناکام ہوا ہے۔ یہ ان وجوہات میں سے ایک وجہ ہے جس کو بنیاد بنا کر کوئی عورت عدالت سے تنسیخ نکاح کروا سکتی ہے۔

[30]- Op. cit, Munir. M, PP 30- 31

[31] Saddique, Hafiz Muhammad, women's Right to Maintenance in Legal System of Pakistan with Special Reference to Judgments of Superior Courts, *Ma'arif-E-Islami* (AIOU), vol:18, Issue: 2, Dec, 2019, Pp 20-27

[32] See, N.S. Khan, women in Pakistan: A new era, Lahore, 1988, p 7- Also See, Pakistan commission Report, 1985, P160, Also See, The Impact of Family Law on the Right of Divorced Woman in Pakistan, (Islamabad: National Commission on the status of woman), P61.

[33] Law and Justice Commission of Pakistan, Report No.103-116, 2009, p18

[34]. https://www.banuri.edu.pk/bayyinat-detail/ مسلم-عائلی-قوانین-آرڈیننس-۱۹۶۱ء-کی-دفعہ-۴-یتیم-پوتے-وغیرہ-
کی-میراث-اسلامی-احکام-کی-روشنی-میں-تحقیقی-جائزہ-پہلی-قسط

[35]https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/c.p._4459_2018.pdf, retrieved on 10 Feb, 2021

[36]- Shazia Ramzan, Saira Akhter, and others., Divorce Status and Its Major Reasons in Pakistan, "*Sociology and Anthropology*", 6(4), 2018, P386

[37]- https://www.mirrat.com/article/14/88, retrieved on 22 August 2020

[38]- Ibid

[39]۔سیداحمد عروج قادری،اسلام کے عائلی قوانین، ص۵۹۔۶۳ .شاہدہ،پروین، عصری عائلی مسائل اوراسلامی تعلیمات، ص۱۰۵۔۱۰۶

Syed Ahmad Urūj Qādri, Family Laws of Islam, p:59-63. Shāhida, Parvīn, Contemporary Family Issues and Islamic Teachings, p:105-106

[40] . https://papers.ssrn.com/sol3/papers.cfm?abstract_id=2484371, Asma Mushtaq and others, constitutional and legal rights of woman in Pakistan, Woman aid Trust, Islamabad, 2013, page 2- 18 dated 3 December 2020

[41]. Fayyaz A, Warraich and Syed Jaffar Tayyar Bukhari, Manual of Family laws in Pakistan, PLJ Committee Punjab Bar Council, 2019-20

[42]- Munir. M, The Rights of Woman And The Role Of Superior Judiciary In Pakistan With special Reference To Family Law Cases From 2004-2008, "Pakistan Journal Of Islamic Research", vol#3, 2009, pp1-5

[43]۔محمد رشید فیروز،اسلامی دنیامیں عائلی قوانین کی اصلاح، ص۶۶۔۶۷

Muhammad Rashīd Feroze, Reform of Family Laos in The Islamic World, P:66-67

[44]۔فیض بدرالدین، طیب جی، محمڈن لاء ممبئی، ۱۹۴۰ء، ص۹۷۔

Faiz Badruddin, Tayyab G., Muhammadan Law, Mumbai, 1940, p:97

[45]۔محمد رشید فیروز،اسلامی دنیامیں عائلی قوانین کی اصلاح، فکرو نظر، ص۷۴

Muhammad Rashīd Ferūze, Reform of Family Laos in The Islamic World, Fikr p Nazr:

P: 74

[46]۔شاہدہ،پروین، عصری عائلی مسائل اوراسلامی تعلیمات، ص۱۰۶

Shāhida, Parvīn, Contemporary Family Issues and Islamic Teachings, p: 106

[47]۔ایضا، ص۷۶۔۷۸

Ibid, P: 76-78

[48]۔اضافہ ہوابذریعہ فیملی کورٹ (ترمیم) آرڈیننس نمبر ۵۵ مجریہ ۲۰۰۲ء، بتاریخ اکتوبر ۲۰۱۰ء۔

Added by the Family Court (Amendment) Ordinance No. 55, Majriah 2002, dated October 2010.

[49]۔اضافہ ہوابذریعہ فیملی کورٹ(ترمیم) آرڈیننس نمبر۵۵ مجریہ ۲۰۰۲ء،بتاریخ اکتوبر ۲۰۱۰ء۔

Added by the Family Court (Amendment) Ordinance No. 55, Majriah 2002, dated October 2010

[50]۔ڈاکٹر عبدالمالک، مسلم عائلی قوانین کے دفعہ ۱۲ کی شرعی حیثیت، س۔ن، ص۱۷۷

Dr. Abdul Mālik, The Legal Status of Section 3 of Muslim Family Laws, p:177

[51]۔ محمد رشید فیروز،اسلامی دنیامیں عائلی قوانین کی اصلاح، ص۶۸

Muhammad Rashīd Feroz, Reform of Family Laws in the Islamic World, p: 68

[52]۔ محمد زاہد، عدالتی تنسیخ نکاح کاشرعی حکم، فکرونظر، ص۱۷۔۳۳

Muhammad Zahid, shariaha Statuse of Judicial Revocation of Marriage, Fikro Nazar, p.17-33

[53]۔ایضاً، ص۳۷۔۴۱

Ibid,P: 37-41